AL-AẒVĀ الاضواء
ISSN 2415-0444; E- ISSN 1995-7904
Volume 32, Issue, 48, 2017
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan.

استحکام خاندان: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

Family Stability: In the Light of Islamic Teachings

بتول زہرا *

مستفیض احمد علوی **

Abstract:

Islam offers comprehensive guidance for every aspect of human life, including the individual and collective dimensions. Recognizing the family as the cornerstone of society, Islam emphasizes its stability, defining its structure and laying down principles to ensure harmony within it. The Qur'ān and Sunnah provide detailed instructions for maintaining a strong family system, focusing on mutual respect, clear roles, and fulfilling responsibilities. The Qur'ān uses terms like "ahl" (household), "dhurriyah" (offspring), and "āla" (progeny) to address the components of family life. These terms reflect the depth of familial relationships, highlighting the collective and intergenerational significance of the family. Family provides emotional, social, and moral grounding for individuals, shaping their character and preparing them for societal roles. Scholars like Dr. Khalid Alavi and Hegel emphasize the indispensable role of family in ensuring societal order and stability. Furthermore, Islamic teachings encourage practical steps for family stability, including effective communication, equitable treatment, respect for parental authority, and adherence to moral and ethical values. These guidelines ensure the family remains a cohesive and nurturing institution, essential for a healthy and prosperous society. This study analyzes the Islamic principles that govern family life, their sociological implications, and the importance of adhering to them for building a harmonious community.

Key Words: Islamic family system; family stability; Qur'ānic teachings; sociological impacts; moral upbringing

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اسلامک اسٹڈیز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، پاکستان

** ڈائریکٹر، فیکلٹی آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ، پاکستان

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کی رہنمائی کرتا ہے۔ خاندان معاشرتی زندگی کی بنیادی اکائی ہے جسے قرآن و سنت میں خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تربیت و رہنمائی کے لیے خاندان کے ادارے کو منتخب کیا تاکہ فرد کی شخصیت کی تعمیر اور تزکیہ ممکن ہو۔ قرآن مجید میں خاندان کے لیے مختلف الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، جیسے "اہل"، "ذریت" اور "آل"، جو خاندانی تعلقات کی گہرائی اور اس کے اجتماعی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ خاندان کی اہمیت کو سماجی علوم کے ماہرین اور اسلامی اسکالرز نے بھی واضح کیا ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی کے مطابق خاندان وہ ادارہ ہے جو انسانی رویے اور معاشرتی شعور کو تشکیل دیتا ہے۔ اس کے برعکس، اگر خاندان غیر مستحکم ہو تو معاشرہ بھی زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات خاندان کو مستحکم رکھنے کے لیے مختلف اصول و ضوابط فراہم کرتی ہیں، جن میں باہمی عزت، فرائض کی تقسیم، اور اخلاقی و مذہبی اقدار شامل ہیں۔ یہ مقالہ ان اصولوں کا تجزیہ پیش کرتا ہے جو خاندان کی بقا اور استحکام کے لیے نہایت اہم ہیں۔

خاندان کا مفہوم

خاندان کے لیے اھل اور اسرۃ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسرہ، آل، اھل، ذریۃ، خاندان اور کنبہ، ان سب کا معنیٰ میاں بیوی، بال بچوں اور رشتہ داروں کے ہیں۔[1]

انگریزی میں خاندان کے لیے "FAMILY" کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنیٰ انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا میں اس طرح بیان ہوا:

A group of persons united by the ties of marriage, blood or adoption, constituting a single household interacting with each other in their respective social positions of husband and wife, mother and father, son and daughter, brother and sister, who share, create, and maintain a common culture .[2]

(لوگوں کا ایک ایسا مجموعہ جن کے آپس کے تعلقات شادی، خون یا متبنیٰ بنانے کی وجہ سے ہوں، اس گھریلو زندگی میں اس گھر کے افراد جو مختلف قابل احترام عہدوں پر ہوتے ہیں جیسے میاں بیوی، ماں باپ، بیٹا، بیٹی اور بھائی بہن کا آپس کے تعلقات اور انکے بنانے اور تقسیم کرنے کی وجہ سے ثقافت برقرار رہتی ہے۔)

قرآن اور خاندان

قرآن مجید میں خاندانی نظام کے اجزاء اور حصوں کو الگ الگ الفاظ سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک لفظ "اھل" بھی ہے جیسا کہ سورہ تحریم میں ہے۔

{ قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا }[3]

(بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے)

جب حضرت نوحؑ کی کشتی میں جوڑوں کے داخل ہونے کا تذکرہ آتا ہے تو وہاں بھی اھل کا لفظ آیا ہے۔

{قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ} (4)

(ہم نے کہا "ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو، اپنے گھر والوں کو بھی)

قرآن میں بال بچوں کے لیے آل اور ذریت کے الفاظ آئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اپنی آنے والی نسل کے لیے دعا گو ہیں۔ "رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ" (5)

(اے میرے پروردگار مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اٹھا جو یہ کام کریں) پروردگار میری دعا قبول کر۔)

{إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ} (6)

(اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر (اپنی رسالت کے لیے) منتخب کیا تھا۔)

خاندان کی اہمیت

خاندان معاشرے کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، اگر یہ مفلوج ہو گیا تو پورا معاشرہ مفلوج ہو جائے گا۔ معاشرے کی بقاء کا راز خاندان کی بقاء میں ہے۔ خاندان کی اہمیت کو ڈاکٹر خالد علوی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"خاندان ایک ایسا ادارہ ہے جو انسانی رویے اور طرز عمل کی تشکیل کرتا ہے۔ خاندان ہی وہ ادارہ ہے جو فرد کو اپنے فرائض کا احساس دلاتا ہے اور اسے فرق مراتب کا شعور بخشتا ہے۔ اگر خاندان کا استحکام ختم ہو جائے تو انسانی طرز عمل، معاشرتی فرائض کا شعور اور افراد معاشرہ کے مراتب کا تعین سب کچھ ختم ہو جائے۔ ان قدروں کا فقدان معاشرتی بحران پر منتج ہوتا ہے جسے قومی ہلاکت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔" (7)

کانٹ (kaant) خاندان کی اہمیت کو فرد کے لیے اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ فرد کے لیے خاندان اس لیے ضروری ہے کیونکہ اس سے فرد کے فرار ہونے کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں اور اس کی جڑیں مضبوط ہو کر اس میں نظم وضبط پیدا کرتی ہیں چونکہ خاندان قوانین کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس لیے یہ انسانی فطرت کی وحشت کو ختم کر دیتا ہے، یہ عورتوں کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ یہ ان کی خواہشات ختم کر کے انہیں گھریلو کاموں میں مصروف رکھتا ہے۔ (8)

اسی طرح خاندان کی اہمیت کو ارشد رضوی اپنی کتاب "عمرانیات" میں اس طرح بیان کرتے ہیں: "خاندان ہی سے فرد کو بنیادی خیالات، طرز عمل، رجحانات اور کردار کے اعلی نمونے ملتے ہیں اور وہ خاندان کے افراد سے وابستگی کی بناء پر ان تمام کو اپنی شخصیت میں ضم کرتا جاتا ہے، خاندان کے ذریعہ بچہ اپنی ثقافت کا حامل ہوتا ہے اور کمی بیشی کے ساتھ اسے آگے بڑھا دیتا ہے اس طرح خاندان ثقافت کی منتقلی میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔" (9)

خاندان ایک ایسا ادارہ ہے جس نے ریاست کی بہت سی مشکلات کو حل کر دیا ہے۔ چونکہ خاندان گھر کے اندر ایک چھوٹی سی ریاست ہی ہے تو اس میں پرورش اور تربیت پانے والے بچے معاشرے میں آجاتے ہیں اور ریاست کے بنائے ہوئے

اداروں میں اپنی ذمہ داریوں کو سنبھالتے ہیں تو پھر گھر کی تربیت اور پرورش کے اثار انہی اداروں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ہیگل (haegal) کے مطابق "اگر خاندان نہ ہو تو ریاست کو بیشتر افراد سے واسطہ پڑے گا، جو کہ مجمع ہو گا اور جس کو نظم وضبط میں لانا مشکل ہو گا اس لیے ریاست کے استحکام کے لیے خاندان کا ہونا ضروری ہے، جو کہ افراد کو اپنے تحت رکھتا ہے اور اخلاقیات کا تحفظ کرتا ہے، اس لیے شادی خاندان کی مرضی سے ہونی چاہے، باپ کی سربراہی کو تسلیم کرنا چاہے۔"(10)

خاندان کو مستحکم بنانے کے لئے عقد نکاح

اللہ نے انسان کی زندگی کی بقا اور نسل انسانی کو آگے بڑھانے کے لیے اس کے اندر مختلف داعیات رکھ دی ہیں ان میں سے ایک داعیہ مرد اور عورت کا ایک دوسرے کی طرف میلان ہے جو انسان کی بقا کے لیے ضروری ہے بشرطیکہ اس میلان کو اس کا صحیح راستہ دکھایا جائے ورنہ انسان غلط راستہ اختیار کرئے اور اس داعیہ کو غلط طریقے سے پورا کرے تو اس کی بقا کے بجائے اس کے لیے موت کا باعث بن سکتا ہے۔ اگر اس میلان کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو انسان اور حیوان کا فرق ختم ہو جائے گا بلکہ انسان حیوان سے بدتر ہو جائے گا اور اگر اس میلان کو دبا دیا جائے گا تو بقول مولانا مودودی انسانیت دب جائے گی۔ وہ لکھتے ہیں۔

"صنفی میلان کا دبنا دراصل انسانیت کا دبنا ہے۔ وہ اکیلا نہیں دبے گا بلکہ اپنے ساتھ انسان کی ذہانت، قوت عمل، عقلی استعداد، حوصلہ و عزم اور ہمت و شجاعت سب کو لے کر دب جائے گا۔ اس کے دبنے سے انسان کی ساری قوتیں ٹھٹھر کر رہ جائیں گی۔ اس کا خون سرد اور منجمد ہو کر رہ جائے گا۔ اس میں ابھرنے کی کوئی صلاحیت باقی نہیں رہ گی۔ کیونکہ انسان کی سب سے بڑی محرک طاقت یہی صنفی طاقت ہے"۔(11)

اس لیے ایک نیک خاندان اور صالح معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ مرد اور عورت کے اس داعیہ کو اعتدال میں رکھا جائے اور اس کو صحیح راستہ دکھایا جائے اور شریعت نے اس کو اعتدال میں رکھنے کے لیے نکاح کا راستہ بتایا ہے جسکے ذریعے انسان کے صنفی میلان کو اعتدال میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے ہی خاندان کا ادارہ محکم اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے ذریعے سے انسان کے صنفی میلان کو اعتدال میں نہ رکھا جائے تو نہ صرف خاندان کا ادارہ تباہ و برباد ہو گا بلکہ معاشرے کا نام ونشان بھی مٹے گا۔ اسی لیے مرد اور عورت کے درمیان اس طرح کے تعلق کو فروغ دیا جائے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے اسی طرح سے ہی خاندان اور معاشرے کو بچایا جاسکتا ہے وگرنہ اس کے علاوہ باقی راستے تباہی کی طرف جائیں گے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر مستفیض علوی رقم طراز ہیں:

"دور جدید کے جنسی شعور نے انسانی معاشرت کو عجیب وغریب مخمصے سے دوچار کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی فطرت میں جنسی جبلت ایک قوی جذبہ محرکہ ہے۔ اس کو غیر فطری طریقوں سے کچلنے کا نتیجہ بھی نفسیاتی وسماجی برائیوں کی پیدائش کی صورت میں نکلتا ہے اور اس کی غیر ضروری آزادی بھی انسانوں کو جانوروں کے مماثل ہی

نہیں ان سے بدتر مخلوق میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اعتدال کی راہ یہ ہے کہ مرد وعورت کے درمیان جنسی تعلق کو ان خطوط اور حدود میں متوازن ومتناسب طریق پر چلایا جائے جو خالق کائنات نے خود ہدایت کئے ہیں "۔[12]

مولانا مودودی خاندان کی بنیاد رکھنے کے لیے نکاح کی اہمیت کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"صنفی میلان کو انارکی اور بے اعتدالی سے روک کر اس کے فطری مطالبات کی تشفی وتسکین کے لیے جو راستہ خود فطرت چاہتی ہے کہ کھولا جائے وہ صرف یہی ہے کہ عورت اور مرد کے درمیاں نکاح کی صورت میں مستقل وابستگی ہو، اور اس وابستگی سے خاندانی نظام کی بنا پڑے"۔[13]

نکاح کا بندھن جو مرد اور عورت کے درمیان اللہ کو گواہ بنا کر باندھ لیا جاتا ہے باعث بن جاتا ہے کہ مرد اور عورت کے صنفی میلان کو اعتدال میں رکھے اور خاندان کے بقا اور معاشرے کی استحکام کے لیے مرد اور عورت کے درمیان ذمہ داریوں کو تقسیم کریں اور ایک دوسرے کے حقوق وفرائض سے آگاہ ہو جائیں، نکاح کے ذریعے سے مرد اور عورت کے درمیان ایک جائز تعلق کی بنیاد پڑ جاتی ہے اور مرد اور عورت اس تعلق کے ذریعے سے ایک دوسرے کے ساتھ مخلص ہوتے ہیں اور دونوں اس تعلق کے ذریعے ان پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

یہ مذہب کا معجزہ ہے کہ وہ انسان کو مرد اور عورت دونوں کو نوع اور تمدن کے لیے قربانی پر آمادہ کرتا ہے اور اس خود غرض جانور کو آدمی بنا کر ایثار کے لیے تیار کر دیتا ہے۔ وہ خدا کے بھیجے ہوئے انبیاء ہی تھے جنھوں نے فطرت کے منشا کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر عورت اور مرد کے درمیان صنفی تعلق اور تمدنی تعاون کی صحیح صورت نکاح تجویز کی۔[14]

مولانا مودودی مرد اور عورت کے جائز تعلقات پہ بحث کرتے ہوئے اپنی کتاب اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات میں کہتے ہیں:

اسلام کے نزدیک مرد اور عورت کے تعلق کی صحیح صورت صرف وہ ہے جس کے ساتھ معاشرتی ذمہ داریاں قبول کی گئی ہوں اور جس کے نتیجے میں ایک خاندان کی بنیاد پڑے۔ نکاح کو اسلام محض جائز ہی نہیں بلکہ اسے ایک نیکی، ایک کار ثواب ،ایک عبادت قرار دیتا ہے۔ اسلام ان تمام رسموں اور رواجوں کو بھی سخت ناپسند کرتا ہے جن کی وجہ سے نکاح ایک مشکل اور بھاری کام بن جاتا ہے۔[15]

نکاح کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن نکاح کو میثاق غلیظ کا نام دیتا ہے:

{وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا}[16]

(اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہے۔)

سید قطب فی ظلال القرآن میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

میثاق نکاح اللہ کے نام سے اور خطبے کے ساتھ نبی کی سنت کے مطابق یہ عہد نکاح ایک عظیم عہد ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، ایک مومن کی یہ بہت بڑی بات ہے۔ یہ نکاح اہل ایمان کے مابین ہے اور اہل ایمان اسے ایک عظیم عقد بلکہ میثاق سمجھتے ہیں۔ اس کا احترام ان پر لازم ہے۔[17]

مولانا امین احسن اصلاحی نے عقد نکاح کو میثاق غلیظ کہنے کی جو وجہ بیان کی ہے اس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ:

عقد نکاح کی اصلی عرفی اور شرعی حقیقت یہی ہے کہ وہ میاں بیوی کے درمیان حقوق و ذمہ داریوں کا ایک مضبوط معاہدہ ہوتا ہے جس کے ذریعے سے وہ دونوں زندگی بھر کے سنجوگ کے عزم کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ جڑتے ہیں۔ بظاہر تو اس میثاق کے الفاظ نہایت سادہ اور مختصر ہوتے ہیں لیکن اس کے تضمینات بہت سے ہوتے ہیں، یہ میثاق بندھتا تو میاں بیوی کے درمیان ہے لیکن اس میں گرہ خدا کے حکم سے لگتی ہے اور جس طرح خلق اس کے گواہ ہوتی ہے اسی طرح خالق بھی اس کا گواہ ہوتا ہے پھر اس "میثاق غلیظ" میں کیا شبہ رہا؟ قرآن نے اس رشتے کو میثاق غلیظ کا نام دے کر اس رشتے کی عظمت کو واضح کیا ہے کہ مرد کو کسی حال میں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ بیوی کے ساتھ اس کا تعلق کچے دھاگے کی طرح نہیں بلکہ یہ رشتہ نہایت محکم رشتہ ہے۔[18]

مولانا مودودی مرد اور عورت کے جائز تعلقات پہ بحث کرتے ہوئے اپنی کتاب اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات میں کہتے ہیں:" اسلام کے نزدیک مرد اور عورت کے تعلق کی صحیح صورت صرف وہ ہے جس کے ساتھ معاشرتی ذمہ داریاں قبول کی گئی ہوں اور جس کے نتیجے میں ایک خاندان کی بنیاد پڑے۔ نکاح کو اسلام محض جائز ہی نہیں بلکہ اسے ایک نیکی، ایک کار ثواب، ایک عبادت قرار دیتا ہے۔ اسلام ان تمام رسموں اور رواجوں کو بھی سخت ناپسند کرتا ہے جن کی وجہ سے نکاح ایک مشکل اور بھاری کام بن جاتا ہے۔"[19]

اس لیے اسلام نکاح کو مشکل کر کے پیش نہیں کرتا بلکہ اس کو آسان کر کے ایک مقدس حیثیت سے اور ایک مکمل نظام کی صورت میں پیش کرتا ہے اور اگر آج یہ اسلامی معاشرے میں مشکل ہو گیا ہے تو اس کی بنیادی وجہ مسلمانوں کے اپنے غیر ضروری رسم و رواج ہیں۔ قرآن مجید میں نکاح کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے۔

{وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ}[20]

(تم میں جو لوگ مجرد ہوں، اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں انکی نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا، اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔)

ایامی کا معنی ماہرین لغت اور مفسرین مجرد کے معنٰی میں بیان کرتے ہیں، چاہے شادی کی ہی نہ ہو یا شادی کرنے کے بعد میاں بیوی میں علیحدگی ہو گئی ہو یا طلاق کی صورت میں یا موت کی صورت میں، سب کے لیے ایامی کا لفظ استعمال ہوتا ہے یعنی

بغیر بیوی والے مرد، بغیر شوہر والی عورتیں، اہل لغت کا اتفاق ہے کہ ایم اصل میں اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ عورت کنواری ہو۔ یہ لفظ مرد اور عورت دونوں کے بارے میں آتا ہے لیکن بیشتر استعمال عورتوں کے لیے ہوتا ہے۔ مردوں کے متعلق اس کا استعمال گویا بطور استعارہ ہے۔[21]

تفسیر طبری میں علامہ طبری اسی چیز کو یوں بیان کرتے ہیں:

"والایم یوصف به الذکر والانثی، یقال:رجل ایم، وامراۃایم وایمة اذا لم یکن لها زوجوالایامی:جمع ایم، وھی فی الاصل:التی لا زوج لها بکرا کانت او ثیبا،مطلقة او متوفی عنها"[22]

"اور ایم مذکر اور مونث دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، مرد کے لیے ایم اور عورت کے لیے ایمۃ کہا جاتا ہے جب اس کے لیے زوج نہ ہو، الایامیٰ ایم کی جمع ہے اور یہ اصل میں یہ بولا جاتا ہے کنوار لڑکی کے لیے یا ثیب کے لیے، طلاق یافتہ کے لیے یا جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو۔"

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں ایامی کا مفہوم اسطرح بیان کرتے ہیں۔

"ایامی کو عام طور پر لوگ محض بیوہ عورتوں کے معنی میں لے لیتے ہیں۔ حالانکہ دراصل اس کا اطلاق ایسے تمام مردوں اور عورتوں پر ہوتا ہے جو بے زوج ہوں۔ ایامیٰ جمع ایم ہے اور ایم ہر اس مرد کو کہتے ہیں جس کی کوئی بیوی نہ ہو، اور ہر اس عورت کو کہتے ہیں جس کا کوئی شوہر نہ ہو"۔[23]

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: کہ جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو اس پر نکاح واجب ہے۔ اسی طرح آپ ایامیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں: ایامیٰ جمع ہے ایم کی۔ جوہری کہتے ہیں اہل لغت کے نزدیک بے بیوی کا مرد اور بے خاوند کی عورت کو ایم کہتے ہیں خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ پھر مزید رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر وہ مسکین بھی ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل و کرم سے مالدار بنادے گا خواہ وہ آزاد ہوں خواہ غلام ہوں۔[24]

اسی طرح نکاح کی تلقین کرتے ہوئے سورۃ النساء میں ہے:

{وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ} [25]

(اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں (محصنات) سے نکاح کر سکے اسے چاہیے کہ تمہاری ان لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرلے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور مومنہ ہوں۔ اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے، تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو)

محصن کا معنی قلعہ اور مضبوط حصار کے ہیں اور اصطلاح میں محصنہ سے مراد شادی شدہ عورت یا غیر شادی شدہ خاندانی عورت کو محصنہ کہا جاتا ہے۔ تفہیم القرآن میں اس آیت کے ذیل میں مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"اس رکوع میں لفظ محصنٰت (محفوظ عورتیں) دو مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ایک شادی شدہ عورتیں جن کو شوہر کی حفاظت حاصل ہو۔دوسرے خاندانی عورتیں جن کو خاندان کی حفاظت حاصل ہو،اگرچہ وہ شادی شدہ نہ ہوں"۔[26]

اس آیت میں نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اگر خاندانی لڑکی سے شادی نہیں کرسکتے ہو اور اس سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو تو کسی مسلمان لونڈی سے اس کے مالکوں کی اجازت لے کر اس سے نکاح کرلے۔اس طرح اگر احادیث نبوی کو دیکھا جائے تو آپ ﷺ نکاح کی ترغیب دلاتے ہیں اور اس کو اپنی سنت قرار دیتے ہیں اور اس سے روگردانی کرنے والے کو اپنے پیروکاروں میں شمار نہیں فرماتے جیسا کہ آپ ﷺ کی حدیث ہے:

" وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"[27]

"اور نکاح کرو جو کوئی اس سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔"

اسی طرح جوانوں کو جو نکاح کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں کو نکاح کی تلقین فرماتے ہیں:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ عَلْقَمَةَ، وَالأَسْوَدِ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَابًا لاَ نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ "[28]

"عبد الرحمن بن یزید روایت کرتے ہیں کہ علقمہ اور اسود کے ساتھ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا ہم جس زمانے میں جوان تھے اور ہم کو کچھ میسر نہ تھا تو ہم سے ایک دن رسول ﷺ نے فرمایا اے نوجوانوں کے گروہ! جو کوئی نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے کہ نکاح پرائی عورت کو دیکھنے سے نگاہ نیچا کر دیتا ہے اور حرام کاری سے بچاتا ہے، البتہ جس میں قوت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیوں کہ روزہ رکھنے سے شہوت کم ہو جاتی ہے۔"

"عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ وَهُوَ عِنْدَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ عُثْمَانُ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فِتْيَةٍ، قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: «فَلَمْ أَفْهَمْ فِتْيَةً كَمَا أَرَدْتُ» فَقَالَ: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ ذَا طَوْلٍ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَا، فَالصَّوْمُ لَهُ وِجَاءٌ "[29]

"علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عثمان رضی کے پاس تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند نوجوانوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اگر تمہارے میں سے کوئی نان و نفقہ کی قوت رکھتا ہو تو اس کو چاہے کہ نکاح کرے اس لیے کہ اس سے نگاہ نیچی رہتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت رہتی ہے لیکن اگر کسی شخص میں اس قدر طاقت نہ ہو تو روزہ اس کی شہوت میں کمی کر دے گا۔"

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَمْ نَرَ-يُرَ-لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلُ النِّكَاحِ "[30]

"حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو محبت کرنے والوں (میں محبت بڑھانے) کے لیے نکاح جیسی کوئی چیز نہ دیکھی گئی۔"

پس آیات واحادیث کی روشنی میں بخوبی واضح ہوتا ہے کہ نکاح کے ذریعے انسان دنیاوی اور اخروی فائدے حاصل کر سکتا ہے۔اور نکاح نہ کرنے کی وجہ سے انسان کا دنیا اور آخرت دونوں خراب ہوسکتے ہیں اسی لیے اسلام نے اس کو ایک عہد قرار دیا ہے اور اس عہد کو پورا کرنے پر زور دیا ہے۔اگر کسی شخص کو نکاح نہ کرنے کی وجہ سے حرام میں پڑ جانے کا خدشہ ہو اور وہ مالی لحاظ سے بھی مضبوط ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ نکاح کرے۔کیونکہ نکاح کے ذریعے وہ اپنے اپ کو حرام کام سے بچاتا ہے۔اور اس سلسلے میں حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ اپ ﷺ نے جوانوں کے گروہ سے فرمایا:

"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ "[31]

اے جوانو تم میں سے جو استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کرے۔

نکاح انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے اور اگر شروع سے والدین اپنے بچوں کی تربیت اسلام کے بتائے ہوئے طریقے سے کریں گے تو وہ اپنے بچوں کی شادی کے حوالے سے مشکلات کا شکار نہیں ہوں گے۔شادی مستحب موکد ہے اور اس کو اس ڈر سے کہ غریب ہیں گھر کی تشکیل کے بعد گھر کو چلانا مشکل ہو گیا تو کیا کریں کہ کر ترک نہیں کرنا چاہے کیونکہ آیات اور احادیث کا مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان واقعاً نکاح کے ذریعے آپنے آپ کو حرام سے بچانا چاہتا ہے تو اس کو چاہے کہ اللہ پر بھروسہ کرکے شادی کرے۔

{ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ }[32]

"اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کرئے گا۔"

اسی طرح احادیث اس کی وضاحت کرتی ہیں۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَوْنُهُمْ: الْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَافَ، وَالْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"[33]

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آدمیوں کی امداد کرنا خداوند قدوس نے اپنے ذمہ کرلیا ہے۔(۱)وہ مکاتب جو بدل کتابت ادا کرنا چاہتا ہو۔(۲)وہ نکاح کرنے والا شخص جو کہ اس مقصد سے نکاح کرے کہ میں گناہ سے بچوں گا۔(۳)راہ خدا میں جہاد کرنے والا شخص۔"

نکاح کے فوائد

عفت وعصمت کی حفاظت

اسلام کسی شخص کی عفت وعصمت کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔بلکہ یہ کہنا بجانہ ہوگا کہ انسانی زندگی کے لیے اسلام کی نظر میں اس کی عفت وعصمت محور اور مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔کیونکہ اگر انسان کی زندگی سے یہ چیز نکل گئی تو گویا اس کی

زندگی ہی ختم ہو گئی ہو۔ اگر کسی شخص کو اپنی عزت و عصمت کا خیال نہ ہو اور وہ اس کو ختم کر دے تو پھر اس کے لیے ہر قسم کے گناہ کو انجام دینا آسان ہو جاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر خالد علوی: "عفت کے ضائع ہونے سے سیرت کی بنیاد تباہ ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی جب جنسی آوارگی کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کے زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر سے بھی اخلاقی بندشیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں اور یہیں سے شیطان داخل ہو کر پوری انسانی طبیعت کو متاثر کر سکتا ہے"۔(34)

نکاح کو قائم کرنے کی وجہ انسان کی عفت اور عصمت کی حفاظت ہے۔ اگر نکاح کا یہ طریقہ خدا کی جانب سے نہ آیا ہوتا تو انسان اور حیوانوں میں کوئی فرق نہ ہوتا اور انسان اپنے فطری میلانات کی تسکین کے لیے تمام اخلاقی حدوں کو پار کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ نے انسان کو لگام دینے کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں اصول اور قوانین دیے انہی میں سے نکاح کا قانون انسان کے جنسی ہوا وہوس کو لگام دینے کے لیے دیا ہے۔ نکاح کو قائم کرنے کی وجہ انسان کی عفت اور عصمت کی حفاظت ہے۔ اگر نکاح کا یہ طریقہ خدا کی جانب سے نہ آیا ہوتا تو انسان اور حیوانوں میں کوئی فرق نہ ہوتا اور انسان اپنے فطری میلانات کی تسکین کے لیے تمام اخلاقی حدوں کو پار کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ نے انسان کو لگام دینے کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں اصول اور قوانین دیے انہی میں سے نکاح کا قانون انسان کے جنسی ہوا وہوس کو لگام دینے کے لیے دیا ہے

مودت ورحمت

کسی معاشرے کے قیام کے لیے مودت اور رحمت بنیادی شرائط میں سے ہے اور معاشرے کی بنیاد خاندانی نظام ہے۔ اس بنا پہ اس نظام کی بنیاد میں اس چیز کا ہونا ضروری تھا اس لیے اللہ نے نکاح کے مقاصد میں سے ایک مقصد مودت و رحمت کو قرار دیا ہے۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

چونکہ عورت اور مرد کا تعلق صالح تمدن کے لیے ضروری ہے اس لیے اس تعلق کو وقتی اور ہنگامی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر ایک پائدار اور مضبوط بندھن کی حیثیت دینی چاہیے۔ یہ بندھن دراصل اس گہرے ربط و تعلق کی علامت ہے جو سکون کے خاطر اور اطمینان قلب کا باعث ہے۔ قرآن اس مودت ورحمت کو اس تعلق کی بنیاد بھی قرار دیتا ہے اور نتیجہ بھی۔(35)

مودت ورحمت کے نتیجہ میں ہی انسان سکون حاصل کرتا ہے۔ یہی سکون نکاح کے بنیادی مقاصد میں سے ہے اگر انسان کی زندگی سے سکون کو نکال دیا جائے تو پھر انسان کے لیے زندگی گزارنا محال ہو جائے اور وہ زندگی سے مایوس ہو کر زندگی سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے جیسا کہ آج خودکشیوں کا رواج عام ہوتا جارہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ زندگیوں سے سکون کا ناپید ہونا ہے۔ سکون کا زندگی سے نکلنے کی وجوہات میں سے ایک وجہ نکاح کے اس اصل مقصد سے آگاہ نہ ہونا ہے۔ نکاح کو محض جنسی ضرورت پوری کرنے اور بچوں کی پیدائش کے مقصد کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے اور اس کے اصل مقصد کو مد نظر نہ رکھا جائے تو اس سے وہ ثمرات حاصل نہیں ہونگے جس کے لیے نکاح کو ضروری قرار دیا گیا ہے اس سے بچے تو دنیا میں آئیں گے لیکن والدین کے درمیان مودت والفت اور سکون نہ ہونے کی بنا پر ان بچوں کی زندگی میں بھی سکون اور محبت کا فقدان

ہو گا اور جب اس طرح کے خاندانوں کی تعداد معاشرے میں زیادہ ہو گی تو ایسے معاشرے بہت سے برائیوں میں مبتلا ہوں گے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایسے میاں بیوی کے درمیان جن کے آپس میں مودت ورحمت نہیں ہے اور جو اس رشتے کی بنا پہ سکون حاصل نہیں کر سکتے اور آئے دن جھگڑے اور فساد کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے خاندان کا نظام درہم برہم ہوتا رہتا ہے ان کے لیے طلاق کا راستہ کھول رکھا ہے

{وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً}[36]

(اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔)

معارف القرآن میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں اس طرح آیا ہے کہ:

"انسان ہی کی جنس سے اللہ نے عورتیں پیدا کر دیں جو مردوں کی بیبیاں بنیں، ایک ہی مادہ سے ایک ہی جگہ میں ایک ہی غذا سے پیدا ہونے والے بچوں میں یہ دو مختلف قسمیں پیدا فرما دیں جن کے اعضاء و جوارح، صورت و سیرت، عادات و اخلاق میں نمایاں تفاوت و امتیاز پایا جاتا ہے۔ عورتوں کی تخلیق کی حکمت و مصلحت لتسکنوا الیھا ہے"۔[37]

یعنی ان کو اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ تمھیں ان کے پاس پہنچ کر سکون ملے، مرد کی جتنی ضروریات ہے ان سب میں غور کریں تو سب کا حاصل سکون قلب اور راحت و اطمینان نکلے گا، ازدواجی زندگی کے تمام کاروبار کا خلاصہ سکون و راحت قلب ہے۔ جس گھر میں یہ موجود ہے وہ اپنی تخلیق کے مقصد میں کامیاب ہے جہاں قلبی سکون نہ ہو۔ کہ باہمی سکون قلب صرف اسی صورت سے ممکن ہے کہ مرد اور عورت کے تعلق کی بنیاد شرعی نکاح اور ازدواج پر ہو، جن ممالک اور جن لوگوں نے اس کے خلاف کی حرام صورتوں کو رواج دیا اگر تفتیش کی جائے تو ان کی زندگی کو کہیں پر سکون نہ پائیں گے، جانوروں کی طرح وقتی خواہش پوری کر لینے کا نام سکون نہیں ہو سکتا، اس آیت نے مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی کا مقصد سکون قلب قرار دیا ہے۔ اللہ نے زوجین کے درمیان صرف شرعی اور قانونی تعلق نہیں رکھا ہے بلکہ ان کے دلوں میں مودت اور رحمت پیوست کر دی۔ ود اور مودت کے معنی چاہنے کے ہیں جس کا ثمرہ محبت اور الفت کے ہیں۔ یہاں حق تعالیٰ نے دو لفظ اختیار فرمائے ایک مودت اور دوسرا رحمت، ممکن ہے اس میں اشارہ اس طرف ہو کہ مودت کا تعلق جوانی کے اس زمانے سے ہو جس میں طرفین کی خواہشات ایک دوسرے سے محبت و الفت پر مجبور کرتی ہیں اور بڑھاپے میں جب یہ جذبات ختم ہو جاتے ہیں تو باہمی رحمت و ترحم طبعی ہو جاتا ہے۔[38]

بہیمی قوتوں کا علاج

انسان میں مختلف قسم کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔ ان قوتوں کے بنا پہ انسان فرشتوں سے بھی اعلیٰ مقام حاصل کر سکتا ہے اور انھی قوتوں کے بنا پہ حیوانات سے بدتر ہو جاتا ہے۔ جن قوتوں کی بنا پہ انسان اعلیٰ مقام حاصل کر سکتا ہے ان میں سے ایک

انسان کے اندر کی انسانیت ہے اور یہ انسانیت ہر انسان کے اندر رکھ دی گئی ہے۔ ہر انسان اچھائی اور برائی میں فرق کر سکتا ہے اس لیے تمام انسان جھوٹ کو برا اور سچ کو اچھا سمجھتے ہیں۔ ہر معاشرہ چوری کو برا سمجھتا ہے اور اس کے لیے سزا مقرر کرتا ہے۔ سارے انسان ایمانداری کو اچھا کہتے ہیں۔ پس اچھائی اور برائی کی تمیز فطری ہے اور ہر انسان اس میں تمیز کر سکتا ہے۔

{ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا } (39)

(پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی)۔

انسان اگر اپنے ان فطری تقاضوں پر اسی طرح جس طرح اس کی فطرت بتا رہی ہے عمل کرے گا تو اس کے اندر کی انسانیت مضبوط و مستحکم ہو گی اور اس کے لیے خدا و انبیاء پر ایمان لانا آسان ہو گا۔

{قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا} (40)(یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔)

لیکن اگر انسان اس فطرت سے فائدہ نہ اٹھائے اور اپنی اس فطرت پر پاؤں رکھ کر غیر فطری کاموں کو انجام دیتا جائے گا تو بلاخر اس کی نیک فطرت کی جگہ بری عادت لے گی اور وہی بری عادت اس کی فطرت کا حصہ بن جائے گی اور باوجود اس کے کہ وہ مسلمان ہو گا اس کے اندر انسانیت ختم ہو جائے گی اور اس کی جگہ حیوانیت لے گی پھر اس کے اوپر کسی قسم کی کوئی صحیح بات کا اثر نہیں ہو گا۔ { وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا } (41)

علماء نے انسان کے اندر کی چار طرح کی قوتوں کا ذکر کیا ہے۔ علامہ الغزالی نے ان قوتوں کا ذکر اس طرح کیا ہے قوت علم، قوت غضبیہ، قوت شہویہ، قوت عدل (42)

ان چاروں میں سے قوت عدل کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بقیہ تینوں کو اعتدال میں رکھے اور ان تینوں کے اعتدال میں رہنے سے ہی انسان کی خوبیاں ظاہر ہو جائیں گی جیسا کہ قوت علم کی اعتدال سے حکمت جنم لے گی غضبیہ کے اعتدال سے شجاعت اور شہویہ کے اعتدال سے عفت و عصمت جنم لے گی اور اگر قوت عدل کو ختم کر کے اس سے کام نہ لیں تو بقیہ قواہ کا بھی اعتدال میں نہ رکھنے کے بنا پہ انسان کی کمزوریاں اس پر غلبہ حاصل کریں گی اور انسان کے اندر سے اچھائی اور برائی کی تمیز ختم ہو جائے گی۔ پس ان چاروں قوتوں کو اعتدال میں رکھنا چاہیے کیونکہ ان میں افراط و تفریط سے ہی انسان اپنی انسانیت کو کھو دیتا ہے۔ انسان کی وہ عادتیں جو اس کو فرشتوں سے بلند درجے پہ لے جائیں ان کو شاہ ولی اللہ نے قوت ملکیہ سے تعبیر کیا ہے اور وہ عادتیں جو انسان کو حیوانیت کی طرف لے جائے انکو قوت بہیمہ سے تعبیر کیا ہے۔ (43)

ان قوتوں میں سے اگر انسان بہیمی قوتوں کو اعتدال میں نہ رکھے تو انسان کا شمار اسفل السافلین اور کالانعام بل اضلھم میں ہو گا۔ انہی بہیمی قوتوں کو اعتدال میں رکھنے کے لیے نکاح ایک موثر ذریعہ ہے۔

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ عَلْقَمَةَ، وَالأَسْوَدِ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَابًا لاَ نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ "(44)

"عبد الرحمن روایت کرتے ہیں کہ علقمہ اور اسود کے ساتھ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا ہم جس زمانے میں جوان تھے اور ہم کو کچھ میسر نہ تھا تو ہم سے ایک دن رسول ﷺ نے فرمایا اے نوجوانوں کے گروہ! جو کوئی نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے کہ نکاح پرائی عورت کو دیکھنے سے نگاہ نیچی کر دیتا ہے اور حرام کاری سے بچاتا ہے، البتہ جس میں قوت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیوں کہ روزہ رکھنے سے شہوت کم ہو جاتی ہے"۔

تہذیب و تمدن کی بقا

نکاح کے ذریعے ہی انسانی تہذیب و تمدن صحیح معنوں میں آگے بڑھ سکتی ہے کیونکہ نکاح کے ذریعے انسان ایک خاندان کی بنیاد رکھتا ہے اور اس صورت میں اس کے بچے ہوتے ہیں جن کو وہ اپنی تہذیب و تمدن سکھاتا ہے۔ اس طرح اس کے بچے اپنے بچوں کو اور وہ اپنے بچوں کو اپنا ورثہ منتقل کرتے ہیں۔ کسی بھی معاشرے کا تہذیب و تمدن نکاح اور اس صورت میں عائد ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے بجالانے میں باقی رہتا ہے۔ لیکن اگر نکاح نہ کیا جائے اور انسان حیوانوں کی طرح نکاح کے بندھن سے آزاد رہ کر زندگی گزارے تو چونکہ اس کے بچوں کا معلوم نہیں ہو گا اس طرح وہ اپنی ذمہ داریوں کو بھی پورا نہیں کرے گا اور اس طرح کے معاشروں میں پلنے والی تہذیبیں زیادہ دیر زندہ نہیں رہتیں۔ پس اگر نکاح کے مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے شادی کی جائے اور نیت رضائے الٰہی اور سنت رسول پہ عمل کرنے کے لیے کی جائے تو اس کے فائدے ہی فائدے ہیں۔

بقائے نسل انسانی

{فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ} (45)

"آسمانوں اور زمین کا بنانے والا، جس نے تمھاری اپنی جنس سے تمھارے لیے جوڑے پیدا کیے اور اسی طرح جانوروں میں بھی انہی کے ہم جنس جوڑے بنائے، اور اس طریقہ سے وہ تمھاری نسلیں پھیلاتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں، وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

اولاد کی طلب ہر انسان کو ہوتی ہے اور یہ ایک فطری امر ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ اس کے بعد اس دنیا میں اس کا کوئی نام لینے والا ہو اس کا کوئی وارث ہو۔ انسان کی یہی فطرت اس بات کا باعث بنتی ہے کہ اس کا نسل باقی رہے اور اسی فطرت کے پیش نظر انسان اپنی اولاد کے آرام و سکون کے لیے ہر قسم کے مشکلات کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ مولانا مودودی اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔

"انسان کے دل میں اولاد کی محبت تمام حیوانات سے زیادہ رکھ دی گئی ہے۔ حیوانات ایک قلیل مدت تک اپنے بچوں کی پرورش کرنے کے بعد ان سے الگ ہو جاتے ہیں۔ پھر ان میں کوئی تعلق برقرار نہیں رہتا۔ بلکہ وہ ایک دوسرے کو پہچانتے بھی نہیں۔ بخلاف اس کے انسان ابتدائی پرورش کا زمانہ گزرنے کے بعد بھی اولاد کی محبت میں

گرفتار رہتا ہے۔ حتیٰ کی یہ محبت اولاد کی اولاد تک منتقل ہوتی ہے اور انسان کی خود غرض حیوانیت اس محبت کے زیر اثر اس درجہ مغلوب ہو جاتی ہے کہ جو کچھ اپنے لیے چاہتا ہے اس سے زیادہ اپنی اولاد کے لیے چاہتا ہے اور اس کے دل میں اندر سے یہ امنگ پیدا ہوتی ہے کہ اپنی حد امکان تک اولاد کے لیے بہتر سے بہتر اسباب زندگی بہم پہنچائے"۔[46]

اسی لیے خاندان کی تشکیل کا اہم مقصد بقائے نسل انسانی ہے۔ امام غزالی نکاح کے فوائد میں اس فائدے کا بھی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نکاح کا پہلا فائدہ بقائے نسل انسانی ہے اور اللہ کی رضا بھی اسی میں ہے۔ اسی میں سے فوائد کا سلسلہ نکلتا ہے اس طرح کہ سنت رسول پر عمل ہونے کے ساتھ ساتھ امت رسول میں اضافہ کا باعث بھی ہے اور امت میں کثرت پر روز قیامت فخر کریں گے اور اولاد دعا کا ذریعہ ہوتی ہیں اور انسان کے لیے صالح اولاد صدقہ جاریہ بنتا ہے، پھر اگر یہ بچہ دنیا سے چلا جاتا ہے تو قیامت کے دن والدین کے لیے شفاعت کا ذریعہ بنتا ہے۔[47]

صحیح مسلم میں ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ"[48]

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔"

نسل انسانی کی بقا ہی نکاح کے اولین مقاصد میں سے ہیں اس لیے آنحضور ﷺ نے شادی کے لیے ایسی عورت کو ترجیح دینے کی ہدایت کی ہے جو زیادہ بچے جننے والی ہو۔ ارشاد فرمایا:

" عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ، وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ، أَفَأَتَزَوَّجُهَا، قَالَ: «لَا» ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ:«تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ"[49]

حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایک عورت ملی ہے جو خوبصورت بھی ہے اور خاندانی بھی ہے لیکن اس کی اولاد نہیں ہوتی تو کیا میں اس سے شادی کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پھر وہ دوسری مرتبہ آیا اپ ﷺ نے پھر منع فرمادیا پھر وہ تیسری مرتبہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسی عورت سے نکاح کرو جو شوہر سے محبت کرنے والی ہو اور خوب بچے جننے والی ہو کیونکہ تمھاری کثرت کی بنا پر ہی میں سابقہ امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا۔

خلاصہ بحث

اسلامی تعلیمات خاندان کو معاشرتی استحکام کا اہم ذریعہ قرار دیتی ہیں۔ قرآن و سنت میں خاندان کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے تاکہ افراد اپنے فرائض بخوبی انجام دے سکیں۔ خاندان کا استحکام معاشرتی استحکام کی ضمانت ہے، کیونکہ یہ

انسان کو نہ صرف جذباتی و اخلاقی تربیت فراہم کرتا ہے بلکہ اسے معاشرتی فرائض کے شعور سے بھی آشنا کرتا ہے۔ اسلامی قوانین خاندان کو مستحکم رکھنے کے لیے واضح اصول فراہم کرتے ہیں، جیسے میاں بیوی کے حقوق و فرائض، بچوں کی تربیت، اور والدین کی عزت۔ ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے نہ صرف خاندان مضبوط ہوتا ہے بلکہ معاشرتی بحران سے بھی بچا جا سکتا ہے۔ لہٰذا، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خاندان کی اہمیت اور استحکام کے اصولوں پر عمل کرنا ایک خوشحال اور متوازن معاشرے کی تشکیل کے لیے ضروری ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1- مولوی احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، مرکزی اردو بورڈ لاہور، جون ۱۹۷۷ء، ۱/۲۰۹

2 -The new Encyclopaedia Britannica, the University of Chicago, fifteen edition,P.673, Vol.6

3- سورۃ التحریم: ۶۶/۶

4- سورۃ ھود: ۱۱/۴۰

5- سورۃ ابراہیم: ۱۴/ ۴۰

6- سورۃ آل عمران ۳/۳۳

7- خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران، اردو بازار لاہور، 2006ء، ص: ۱۵۱

8- مبارک علی ڈاکٹر، نجی زندگی، فکشن ہاؤس، کراچی، ۱۹۹۶، ص: ۱۰۴

9- ارشد رضوی، عمرانیات، کفایت اکیڈمی، مارچ ۱۹۶۷، ص: ۲۲۸

10- مبارک علی ڈاکٹر، ایضاً، ص: ۱۰۴

11- مودودی، سید ابو الاعلیٰ، مولانا، پردہ، اسلامک پبلیکیشنز، ستمبر ۲۰۰۹، ص، ۱۲۰

12- مستفیض علوی ڈاکٹر، تہذیب کا برزخ، پورب اکادمی، اسلام آباد، نومبر ۲۰۱۱، ص: ۲۷

13- مولانا مودودی، ایضاً، ص، ۱۲۵

14- ایضا، ص، ۱۲۴

15- مودودی، سید ابو الاعلیٰ، مولانا، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، نومبر ۱۹۹۵، ص ۴۰۳-۴۰۵

16- سورۃ النساء: ۴/۲۱

17- سید قطب، فی ظلال القرآن، دار الشروق، ۱۹۷۲، ۱۹۷۱م: ۱/۶۰۷

18- امین احسن اصلاحی مولانا، تدبر قرآن، فاران فاونڈیشن، لاہور، ۲/۲۷۱

19- مودودی، اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، ص: ۴۰۳-۴۰۵

20- سورۃ النور: ۲۴/۳۲

21- عبد الرشید مولانا، لغات القرآن، مکتبہ حسن سہیل لاہور، ۱/۳۱۵

22- طبری، جامع القرآن فی تفسیر القرآن، دار التربیۃ والتراث مکۃ المکرمۃ، س ن، ص:۱۹/ ۱۶۵

23- مودودی، سید ابو الاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۱ ستمبر ۱۹۴۹، ص:۳/۳۹

24- ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، دار الکتب العلمیۃ، منشورات محمد علي بیضون-بیروت الطبعۃ: الأولی- ۱۴۱۹ھ، ص:۶/۴۷

25- سورۃ النساء:۴/۲۵

26- مودودی، تفہیم القرآن، ص:۳ / ۳۴۲

27- بخاری، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، المطبعۃ السلفیہ ومکتبتھا قاہرہ، ۱۴۰۰ھ، حدیث:۵۰۶۶، ص:۹۰۷

28- صحیح بخاری، کتاب النکاح، حدیث:۵۰۶۶، ص:۹۰۷

29- نسائی، احمد بن شعیب بن علی، سنن، کتاب النکاح، دار السلام للطبع والنشر، الریاض، 1999ء، حدیث:۳۲۰۸، ص:۴۴۳

30- ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن، کتاب النکاح، دار السلام للطبع والنشر، الریاض، اپریل ۱۹۹۹، حدیث 1847، ص:۲۶۴

31- صحیح بخاری، کتاب النکاح، حدیث:۵۰۶۶، ص:۹۰۷

32- سورۃ النور:۲۴/۳۲

33- سنن نسائی، کتاب الاحکام، بَاب: مَعُونَۃِ اللہِ النَّاکِحَ الَّذِي یُرِیدُ الْعَفَافَ، حدیث، ۳۲۲۰، ص:۴۴۴

34- خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، ص:۱۷۶

35- ایضا، ص:۱۸۰

36- سورۃ الروم:۳۰/۲۱

37- ابن کثیر، ابو الفداء، حافظ عماد الدین، امام، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2009ء، ص:۶/۲۷۸

38- شفیع محمد عثمانی، مولانا، معارف القرآن، ادارہ معارف کراچی، جمادی الاخر ۱۳۹۶ھ، جون ۱۹۷۶، ص:۶/۷۳۵-۷۳۶

39- سورۃ الشمس:۹۱/۸

40- ایضا، ۹۱/۹

41- ایضا:۹۱/۱۰

42- غزالی امام، احیا العلوم، المعرفۃ بیروت، 1402ھ 1982، س-م ص:۳/۵۳

43- شاہ ولی اللہ، حجۃ البالغۃ، مترجم، مولانا عبد الحق حقانی، جنزل پرنٹر، ص:۵۷

44- صحیح بخاری، کتاب النکاح، حدیث:۵۰۶۶

45- سورۃ الشوریٰ:۴۲/۱۱

46- مودودی، پردہ، ص،۱۱۶

۴۷- امام غزالی، أحیاء العلوم، ص:2/24

48- مسلم، محمد بن مسلم، القشیری، امام، الصحیح، کتاب الوصایہ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، 1412ھ، 1991م، حدیث: ۱۶۳۱، ص:۳/۱۲۵۵

49- ابو داود، سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن، کتاب النکاح، بیت الافکار الدولیہ ریاض، 1436ھ، حدیث، ۲۰۵۰ ص:۲۳۴